یومِ عاشورہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو یومِ عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ کیا خاص دن ہے کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ: یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم (بنی اسرائیل) کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں اس دن کا روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور تمہارے مقابلہ میں ہم ان کے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور اُمّت کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا''۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

عاشورہ کا روزہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی فضیلت والے دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام اور فکر کرتے ہوں سوائے اس دن یعنی یومِ عاشورہ کے اور سوائے اس ماہِ مبارک یعنی رمضان کے''۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

9 اور 10 محرم الحرام کا روزہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ عاشورہ میں روزہ رکھنے کو اپنا معمول بنالیا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ! اس دن کو تو یہود و نصاریٰ بڑی عظمت کے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (یعنی ہم مسلمان بھی عاشورہ کا روزہ رکھیں تو یہود و نصاریٰ سے مشابہت کا اندیشہ ہوتا ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اِن شاءاللہ! جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو بھی روزہ رکھیں گے''۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لیکن اگلے سال کا ماہِ محرم آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات واقع ہوگئی''۔ (صحیح مسلم)

نوٹ: یہود کی مشابہت سے بچنے اور ان کی مخالفت کرنے کے لئے عاشورہ کے ساتھ 9 محرم الحرام کا روزہ بھی رکھنا چاہئے۔ اگر 9 تاریخ کا روزہ نہ رکھ سکیں تو عاشورہ کے ساتھ 11 محرم الحرام کو روزہ رکھ لینا چاہیئے۔

محرّم الحرام

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ ہم مسلمانوں کی لاپرواہی ہے کہ ہمیں انگریزی مہینوں کے نام تو خوب یاد ہیں تاہم اسلامی سال، مہینے اور تاریخ سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں حالانکہ ہمارے دین میں بعض احکامات اور معاملات مثلاً روزہ، عیدالفطر، عیدالاضحٰی، حج، زکوٰۃ اور عدت وغیرہ کا تعین اسلامی تاریخ کے اعتبار سے ہوتا ہے لہٰذا اسلامی سال، مہینوں اور تاریخ کا یاد رکھنا ضروری ہے۔

عاشورہ: عوام الناس میں یہ مغالطہ مشہور ہے کہ محرم کی 10 تاریخ یعنی عاشورہ کے دن کی فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ہے۔ (واضح رہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت 61 ہجری میں پیش آئی) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فضیلت تاریخی طور پر ثابت ہے اور اس دن رسول اللہ روزہ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ مدینہ کے یہود بھی اس دن فرعون کے ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات ملنے پر شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے تھے (بخاری و مسلم)۔ عمر مبارک کے آخری سال آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو 10 محرم کے ساتھ 9 محرم کا روزہ بھی رکھوں گا (مسلم)۔ یہود کی مخالفت کرنے کے لئے 10 محرم کے ساتھ 9 محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہیئے اور 9 محرم کو کسی وجہ سے نہ رکھ سکیں تو 11 محرم کا روزہ رکھ لینا چاہیئے (رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل یہ روزہ واجب تھا، اب نفلی ہے)۔

سوگ اور غم: یہ مغالطہ بھی مشہور ہے کہ محرم سوگ اور غم کا مہینہ ہے۔ ہمارے دین میں شہادت کا مرتبہ بہت عظیم ہے جس کو قرآن کریم میں حیات جاوداں کہا گیا ہے (البقرہ 154، آلِ عمران:169)۔ پھر نبی کریم ﷺ خود اس مرتبہ کی خواہش کرتے تھے (بخاری)۔ چنانچہ شہادت کی موت پر سوگ اور غم کے کیا معنی؟ پھر ہمارے دین میں کسی میت پر سوگ کی مدت 3 دن مقرر ہے سوائے بیوہ عورت کے کہ وہ 4 ماہ 10 دن تک سوگ منائے گی (بخاری و مسلم)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے قطع تعلق کا اعلان فرمایا جو میت پر (روتے ہوئے) گریبان پھاڑتا ہے یا گالوں پر تھپڑ مارتا ہے اور جاہلیت کے بَین کرتا ہے (بخاری و مسلم)۔

رسومات و بدعات: محرم الحرام میں اکثر مسلمان کھانے اور شربت کا اہتمام کرتے ہیں اور یہ سب کچھ ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ فرائض اور اتباعِ سنت سے دوری اختیار کر کے دین میں یہ اضافے نافرمانی در نافرمانی کا باعث بنتے ہیں۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں 255 صحابہ کرام کی شہادتیں ہوئیں اور پھر دورِ صحابہ کرام میں بھی لاتعداد شہادتیں ہوئیں، کیا کھانے اور شربت کے اہتمام کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ کتنی شہادتیں ہمیں یاد ہیں؟ 1 محرم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت، 18 ذی الحجہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور 21 رمضان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت!! کتنے لوگ ان شہادتوں اور ان کے مقاصد سے واقف ہیں؟؟؟

شہادتِ حسین کا پیغام

کوفہ جاتے ہوئے راستے میں ''بیضہ'' کے مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ دیا اسے بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ نوجوانانِ جنت کے سردار کی شہادت، قربانیاں اور میدانِ کربلا کا جہاد آپ سے کیا مطالبہ کر رہا ہے:

''لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھتا ہے جو ظالم و جابر ہے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر رہا ہے، اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول ﷺ کی سنت کو تہس نہس کر رہا ہے، اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کر رہا ہے، اور پھر بھی اس شخص کو غیرت نہ آئے، نہ زبان سے وہ اس ظالم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے نہ علمی طور پر ظالم کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اللہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس ظالم بادشاہ کی جگہ اس شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دے'۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ یہ لوگ شیطان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اور رحمٰن کی اطاعت سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی زمین کو فساد سے بھر دیا ہے، حدود الٰہی کو پامال کر دیا ہے۔ مالِ غنیمت میں سے اپنے لئے زیادہ وصول کرنے لگے ہیں، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیا ہے اور حلال چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لئے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے غیرت آئے اور میں ان کی سرکشی اور بغاوت کو حق و عدل سے بدلنے کی کوشش کروں۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا خود بہت بڑا جرم ہے۔ میری ذات تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔''

تقریر کرنے والا خاموش ہو گیا۔ اس کی آرزو پوری ہو گئی اور اب قیامت ہی میں آپ اس کی آواز سن سکیں گے، لیکن اس کی آواز کی گونج اب بھی آپ کو جھنجھوڑتی ہے۔ آج بھی دنیا اللہ کی اطاعت سے آزاد ہے، آج بھی حدود اللہ پامال ہیں۔ یہ گونج ملت کے نوجوانوں کو آج بھی غیرت دلا رہی ہے اور انہی مرحلوں سے گزرنے کی دعوت دے رہی ہے جن مرحلوں سے شہید کربلا گزرے تھے۔

نواسۂ رسول ﷺ کی نظر میں قدر و قیمت کی چیز حق تھا جس کے لیے انھوں نے اپنی جان قربان کر دی۔ اگر اپنی ذات نواسۂ رسول ﷺ کو عزیز ہوتی تو وہ اسے قربان ہی کیوں کرتے؟ کربلا کی تاریخ آپ سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ آپ حق کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیں، جس طرح حسینؓ نے نہ صرف اپنی جان اس راہ میں قربان کی بلکہ اپنے کنبے کے معصوم بچوں تک کو خوشی خوشی کٹوا دیا۔ شہیدِ کربلا کی مظلومیت اور بے بسی آپ سے وہی عملی جواب چاہتی ہے جو ان کے ہمراہ جانے والے جاں نثاروں نے دیا تھا۔

(مولانا یوسف اصلاحی صاحب کی کتاب ''شعورِ حیات'' سے ایک اقتباس)